'احسان': جامع مفہوم اور تقاضے

ڈاکٹر عائشہ یوسف ○

'احسان' حُسن سے بنا ہے جس کے معنی اچھائی کے ہیں: ۱- یہ اچھائی ظاہری بھی ہوسکتی ہے، یعنی خوب صورتی۔ ۲- یہ اچھائی معنوی یا روح کے لحاظ سے ہوسکتی ہے، مثلاً کوئی اچھا کام یا نیکی۔ ۳- یہ عمومی اچھائی بھی ہوسکتی ہے جو عقل کے معیار پر پوری اترتی ہو یا دل کو بھلی لگتی ہو۔ ایک تعریف کے لحاظ سے حواسِ ظاہری (بصارت، سماعت، شامہ، ذائقہ) یا حواسِ باطنی (بصیرت یا عقل) اس کے اچھے ہونے کا فیصلہ دیں۔

اس طرح خوب صورت انسان، خوب صورت مناظر، علمی نکات و لطائف، خوش ذائقہ چیزیں، دلآویز خوشبوئیں، ان سب میں حُسن پایا جاتا ہے۔

حسن سے بنائے گئے کچھ الفاظ یہ ہیں: جس چیز میں حُسن یا اچھائی پائی جائے، وہ حَسَن (مذکر) ہے، یا حسَنَة اور حسنات (مؤنث) ہیں۔ انسان کے لیے حسنة ہر وہ نعمت ہے جس کا اثر انسان اپنے نفس، بدن اور احوال میں محسوس کر سکے۔ حسنة کی ضد سیئة ہے۔

وَيَسۡتَعۡجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ ... (الرعد ۱۳:۶) یہ لوگ بھلائی سے پہلے برائی کے لیے جلدی مچارہے ہیں۔

جس میں سب سے زیادہ اچھائی پائی جائے، وہ احسن (مذکر) اور حسنیٰ (مونث) ہیں۔

کسی کے ساتھ اچھائی کرنے کو احسان (باب اِفعال) کہتے ہیں۔ یہ اچھائی کرنے والے محسن اور محسنون (مذکر)، محسِنة اور محسِنات (مؤنث) ہیں۔ اور احسان کی ضد اِساءۃ ہے۔

○ پاکستان اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن (پیما)، کراچی

احسان کے مفہوم میں عمومی اچھا عمل یا نیکی بھی شامل ہے، لیکن اس سے خصوصی مراد بہت حسن کے ساتھ کیا گیا عمل ہوتا ہے۔

سیّد مودودی کے بقول: ''احسان دراصل اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کے دین کے ساتھ قلبی لگاؤ، اس کی گہری محبت، اُس سچی وفاداری اور فدویت و جاں نثاری کا نام ہے جو مسلمانوں کو فنا فی الاسلام کر دے۔ تقویٰ کا اساسی تصور خدا کا خوف ہے جو انسان کو اس کی ناراضی سے بچنے پر آمادہ کرے، اور احسان کا اساسی تصور خدا کی محبت ہے جو آدمی کو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اُبھارے''۔ (تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں)

اللہ تعالٰی کی طرف سے عمومی احسانات

خالق کے احسان، نعمتوں کی شکل میں بے انتہا ہیں جن کو ہم شمار بھی نہیں سکتے:

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ (النحل ۱۶:۱۸) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے۔

وَاٰتٰٮكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ ؕ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ○ (ابراہیم ۱۴: ۳۴) جس نے وہ سب کچھ تمھیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کر نہیں سکتے۔

ان احسانات کے لیے قرآن میں نعم، منّ اور اٰلاء کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس زمین کی ساری موجودات کے لیے، جن میں ہم بھی شامل ہیں، خالق کا سب سے پہلا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا، اور ان سب موجودات کے بیچ جانداروں کے گروہ سے ہمارا تعلق بنایا۔ ہر جاندار کی طرح ہمیں زندگی یا روح عطا کی۔ جسمانی حصّے اور ایک ایک عضو بنایا اور متناسب بنایا۔ ایٹمز اور مالیکیولز کو ملا کر خلیات، اور انھیں ملا کر جسم کے مختلف نظام بنائے جو ایک دوسرے سے الگ بھی ہیں اور مربوط بھی۔ انسانی ساخت (Anatomy) کے علاوہ جسمانی افعال (Physiology) کی بھی حیران کن، مربوط اور متنوع چیزیں دیں۔ حواسِ خمسہ، چال، آواز کا نظام voluntary حرکات involuntary حرکات جو جسم میں متعدد جگہوں پر جاری رہتی ہیں۔ نیند کی شکل میں آرام اور نئے سرے سے تازگی کا، برسوں چلنے والا نظام دیا۔ پھر جسم کو ایک نعمت جوانی کی شکل

میں دی، اور اس کے ساتھ حسن دیا اور صحت دی۔

اس ربّ نے دنیا کی سب چیزوں کی پرورش کے لیے نظام بنایا ہے۔آسمان اور اس کے ساتھ سورج جسے حرارت اور روشنی کا منبع بنایا ہے۔ چاند، ستارے اور اجرامِ فلکی کی لامتناہی دنیا بنائی ہے۔ زمین اور اس پر موجود چیزوں کے ساتھ ان کا تعلق قائم کیا، جو مناسب فاصلوں، گردشوں اور اپنے دائروں میں تیرنے کے باعث دن رات بناتا ہے، موسموں کو بدلتا ہے، ہوا اور اس کی گیسوں، پانی اور بادل اور بارش اور آبی ذخائر کو منظم کرتا ہے۔ زمین پر پہاڑ، آگ اور عناصر کے ذخیروں اور گردش کو منضبط کیا۔اس نے جانوروں اور نباتات کی ایک ایک جنس اور ان کے آپس کے ایکوسسٹم کی تنظیم کر رکھی ہے۔ یہ اس دنیا کی ہر جان دار و بے جان چیز کی پرورش کا بھی انتظام ہے اور ساتھ ہی ایک کامل نظام کا وجود بھی جس میں کوئی تفاوت یا فتور نہیں۔اس نے اس کائنات کو حُسن دیا، آہنگ و رنگ و بو دیئے، انسانوں کی شکل اور زبانوں کا تنوع دیا۔ ہر چیز زوج، جوڑے کی صورت میں پیدا کی جو اپنا مقصد پورا کر رہی ہے۔

اس نے انسان کی پرورش کے بے شمار انتظامات کیے: جسمانی نشوونما کے لیے غذا دی جس میں محض غذائیت نہیں، افراط، لذت اور تنوع بھی ہے۔ غلے کے ایک ایک دانے کی تشکیل کے لیے کائنات کے متعدد عوامل کو لگایا۔لباس اور گھر کا تنوع کے ساتھ انتظام کیا۔جسمانی آرائش کے، سفر کے، لذت کے اور کاموں میں سہولت کے سامان دیئے۔

علم الامراض (Pathology) حاصل کرتے ہوئے ہزاروں امراض کا علم ہوتا ہے جو کہ ہو سکتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان سے بچایا ہوا ہے، یہ بھی اس کا احسان ہے۔اگر کوئی بیماری ہوتی ہے تو اس نے بیماری کے ساتھ ان کی علامتیں رکھ دیں، مثلاً بخار، درد یا حسی نظام کے ذریعے، کہ ان کو پرکھ کر بیماری کی تشخیص کر لی جائے۔ اس نے بیماریوں کے علاج بھی اسی دنیا میں رکھ دیئے ہیں۔اور وہی ہے جو جسمانی تکلیف کو دُور کرتا ہے اور بیماریوں سے شفاء دیتا ہے۔وہ آفات سے بچاتا اور حفاظت کرتا ہے اور انھیں دور بھی کرتا ہے۔ عافیت اور سلامتی اسی کی طرف سے ہوتی ہے۔جس نے موت بھی تخلیق کی ہے ۔موت نہ ہو اور کئی سو سالہ زندگی ،موجودہ انسانی جسم کے ساتھ ہو تو اس کا کرب ایک ،سو سالہ موجودہ انسان محسوس کر سکتا ہے۔ یہ موت ایسے بھی ایک نعمت ہے کہ صبحِ دوامِ زندگی ہے۔

انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا خاص احسان یہ ہے کہ اسے احسنِ تقویم پر پیدا کیا اور اپنی روح پھونکی، اسے تعدیل اور تسویہ (توازن، مناسبت) کے ساتھ خلق کیا۔ اسے اشرف المخلوقات بنایا اور تکریم دی (بنی اسرائیل ۱۷:۷۰)۔ اسے غیر معمولی عقل اور ذہنی صلاحیتیں دیں جن میں مشاہدہ، حافظہ، حساب، پیش بینی، استدلال، تجزیہ، استنباط شامل ہیں۔ اس کے لیے لامتناہی علم کا دروازہ کھولا، جو اسے معرفت اور حکمت تک لے جاتا ہے۔ اور اس علم اور عقل کے استعمال کے ساتھ اسے بیان سکھایا (۵۵:۴) جس میں مختلف زبانیں، قوت ناطقہ، فصاحت و بلاغت، لہجے اور اسالیبِ بیان شامل ہیں۔ تمام بنی نوع انسان کے لیے ہدایت کو آسان کیا اور انھیں سنبھلنے کی مہلت دی۔

انسان کو ایک نعمت ذہنی سکون کی شکل میں بھی ملتی ہے۔ انسان کا مالک اسے غم اور خوف سے نجات دیتا ہے۔ ذہنی آسودگی کے اسباب میں اسے محبتیں، رشتے اور تعلقات دیئے ہیں۔ دلوں میں رحم کے ذریعے آپس میں رحم کو پھیلایا ہے۔ انسان کو جو عزّت ملتی ہے، آزادی کی ہوا میں سانس لیتا ہے، دنیا میں پھیلی ہوئی خوب صورتی سے محظوظ ہوتا ہے، چھوٹی بڑی کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں، دیگر خوشیاں ملتی ہیں، کبھی سکینت کی کیفیت ہوتی ہے___ سب اس الوھاب کے احسانات ہیں۔ وہ امتحان کے تقاضوں کے تحت غم اور مشکل بھی دیتا ہے، لیکن اس نے غموں کے بعد راحت، اور مشکل (عسر) کے ساتھ آسانی (یسر) رکھ دیئے ہیں۔

انسان کو بحیثیت فرد کے علاوہ بحیثیت نوعِ انسانی اجتماعی نعمتیں بھی دی ہیں، مثلاً تسخیرِ وسائل، تمدنی ترقی وایجادات، سفر کے ذرائع، کام کے لیے اوزار و آلات و مشینیں، انسانی وسائل کا تخصص کے ساتھ استعمال۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں عاد اور ثمود کو ایسی ہی 'الاء' یاددلائی ہیں۔ بستیوں کی خوش حالی اور امن، وہ بھی نعمتیں ہیں۔ جن لوگوں کو اللہ کی طرف سے برکت، فضل اور غناء ملی ہیں، وہ بھی بیش بہا نعمتیں ہیں۔ ان عطا کردہ نعمتوں میں براہِ راست نعمتیں بھی ہیں اور ان کے پیچھے بالواسطہ نعمتیں بھی بے شمار ہیں۔ ان میں وہ نعمتیں بھی ہیں، جو ہمیں معلوم ہیں اور وہ نعمتیں بھی جن کا ہمیں علم نہیں۔

انسانوں کے زمرے میں مومنین پر اس کا خاص احسان یہ ہے کہ انھیں ہدایت دے کر جنت کا راستہ آسان کر دیا ہے۔ مومنوں کو نفس مطمئنہ کی دولت دی ہے۔ ان کے لیے دعاؤں کا دروازہ کھولا ہے، ان کے استغفار و توبہ کو قبول کیا جاتا ہے، ان کی نیکیوں کو قدر و قبولیت بخش کر

ان میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ آخرت میں ان کے لیے جنت سجائی گئی ہے جو ان کے اعمال نہیں بلکہ رحمٰن کی رحمت کا کمال ہے۔ وہاں کی نعمتوں کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور وہاں انسان اس جسم کے ساتھ ہوگا جو ابدی جوانی کے ساتھ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا۔

اُمتِ مسلمہ پر خاص رحمتیں

اُمتِ مسلمہ کے لیے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، جو رحمۃ للعالمینؐ ہیں، اور اس کو اپنا احسان کہا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (اٰل عمرٰن ۳: ۱۶۴)۔ ان کے ساتھ ایک مکمل کتاب دی جو محفوظ کر دی گئی ہے، اس امت کو کم وقت میں زیادہ کام کے اجر کی بشارت دی گئی ہے، اور اس کو پچھلی قوموں کی طرح کے عذاب سے بچایا گیا ہے۔

ان میں سے بھی جن لوگوں کو ایمان اور عمل کا زیادہ شعور ملا، اچھی صحبت اور ماحول مل گیا، کوئی صالح اجتماعیت مل گئی، تو یہ اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص احسانات ہیں۔

آزادی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت کی قدر، حفاظت اور تشکر کا احساس ہر وقت ذہنوں پر غالب رہنا چاہیے۔ کسی خطے میں یا کسی کے خاندان اور گھرانے پر، اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص احسان ہو تو اس کی قدر بھی ہونا چاہیے۔ کسی جگہ یا کسی بھی دائرے میں تھوڑا سا بھی اقتدار ایک نعمت ہے۔

حضرت یوسفؑ نے اپنے اوپر اللہ کے احسانات کا ذکر کیا:

اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ (یوسف ۱۲:۲۳) میرے ربّ نے تو مجھے (احسن) منزلت بخشی۔

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ (یوسف ۱۲:۱۰۰) اس کا احسان ہے کہ اُس نے مجھے قید خانے سے نکالا۔

قرآن میں مذکور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سلیمانؑ کی دعائیں بھی اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اقرار ہیں (ابراہیم ۱۴:۳۹، النمل ۲۷:۱۵)

طب کا علم رکھنے والوں کو اس علم کی، اللہ کی طرف سے ایک نعمت کے طور پہ بھی قدر کرنا چاہیے:

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۶ (الرحمٰن ۵۵:۱۶) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں

کو جھٹلاؤ گے؟

لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ، اے ہمارے رب! ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔ اور یہ سب نعمتیں امانتیں بھی ہیں اور ذمہ داریاں اور امتحان کے پرچے بھی۔

احسان شناسی کا تقاضا

انکارِ نعمت یا کفرانِ نعمت: نعمت کو نعمت نہ سمجھنا، مثلاً ہدایتِ الٰہی یا قرآن کو بے فائدہ سمجھنا یا تحقیر کرنا یا بے نیازی کا رویہ رکھنا۔ یہ انکارِ نعمت یا کفرانِ نعمت ہے۔

نعمت کا احساس نہ ہونا: نعمت کو کسی منعم کی عطا نہ سمجھنا یا کسی کو خالق نہ سمجھنا اور سب چیزوں کو اتفاقی حادثہ سمجھنا۔

منعم کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا: یہ سمجھنا کہ جو کچھ ملا ہے وہ ہماری اپنی محنت سے یا عقل سے ملا ہے، یا یہ زعم رکھنا کہ ہم اس کے مستحق تھے اور ہمیں تو یہ سب ملنا ہی چاہیے تھا۔ وجود سے لے کر ہر چھوٹی بڑی چیز کو منعم کی عطا مان لینا لیکن اطاعت کا حق تسلیم نہ کرنا؛ یا اطاعت کا حق ماننا، لیکن عملاً اطاعت نہ کرنا اور نافرمانی اور سرکشی کی روش رکھنا۔

اعترافِ احسان اور شکر یہ ہے کہ: جس کی نعمتوں کا شمار نہیں، اس منعم کا حق ہے کہ اس کو ہر وقت یاد رکھیں اور کسی ساعت اس سے غفلت نہ ہو۔ ان نعمتوں کا احساس رکھیں اور حمد، یعنی صرف اللہ کی تعریف اور شکر کرتے رہیں۔

نعمتوں کے تقاضے اور ذمہ داریاں پورا کرتے رہیں، وہ قلبی ہوں، قولی ہوں یا عملی۔ یہ تقاضے نعمتوں کی اقسام کے لحاظ سے ہوسکتے ہیں، مثلاً: نعمتوں کو صحیح جگہ استعمال کریں۔ جسمانی قویٰ، صلاحیتوں، وقت، مادی چیزوں، ذہن و فکر کو اللہ کے راستے میں ہی استعمال کریں۔ اُن کا ضیاع نہ کریں، مثلاً پانی کے ذخیروں کے پاس بھی احتیاط کریں۔ کھانا، بجلی، گیس کے استعمال میں ضیاع سے بچیں۔

اجتماعی نعمتوں کی حفاظت کریں، مثلاً پانی، ہوا، زمین، درختوں کی حفاظت کریں۔ آلودگی سے بچنے والے اقدامات کریں۔ قابلِ اشتراک نعمتیں دوسروں کو دیں، مثلاً مال، کھانا، کپڑے، علم۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کو ناراض کرنے سے بچیں جیسا کہ حضرت یوسفؑ اللہ کے احسان کو یاد کرتے تھے اور نافرمانی سے بچتے تھے۔ (یوسف ۱۲: ۲۳)۔ شکر کا رویہ پوری زندگی

میں منعمِ حقیقی کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے سے ظاہر کریں۔ اس میں اپنا فائدہ بھی ہے (لقمان ۳۱:۱۲، النمل ۲۷:۴۰)، پرسشِ قیامت کی آسانی بھی ہے (التکاثر ۱۰۲:۸)، اور یہی رویہ عذاب سے بچاتا ہے اور نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے۔ (ابراہیم ۱۴:۷)

عبادات اور اللہ کے ساتھ رویے میں احسان

حدیثِ جبریلؑ میں ہے: قَالَ یَارَسُولَ اللّٰہِ مَا الْاِحْسَانُ قَالَ الْاِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَأَنَّکَ تَرَاہُ فَإِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَإِنَّہُ یَرَاکَ (بخاری) ''اس شخص نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! احسان کیا ہے؟۔ آپؐ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو، تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے''۔

اس حدیث کے مطابق احسان یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی ذات اور وجود کا احساس اور تصور رکھا جائے۔ یہ احساس اللہ تعالیٰ کے لیے دیگر قلبی کیفیات کی بنیاد ہے جیسے اللہ سے محبت، خشیت، تعظیم، تکبیر، امید، اخلاص وغیرہ۔ ہر عمل عبادت کے ساتھ احسان کی یہ کیفیت ہو تو اس عبادت کو خوب صورتی عطا کرتی ہے۔ جس طرح ایک وڈیو کیمرے کی موجودگی انسان کو محتاط کر دیتی ہے، اسی پر اس احساس کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ زندگی کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی موجودگی کے احساس کے ساتھ ادا کیے جائیں تو وہ احسان بن جاتے ہیں۔ تصوف میں 'احسان' کی اصطلاح کا یہی مطلب ہے۔

انتہائی محبت کی بنیاد پر اطاعت کی انتہا

احسان کا ایک مفہوم جو پہلے مفہوم کی تفصیل ہی ہے، وہ یہ ہے کہ احسان اللہ تعالیٰ کی ایسی محبت ہے کہ جو فرماں برداری کی انتہا تک لے جائے۔

سید مودودی اسلامی اخلاقیات کے چار مراتب کے ضمن میں رقم طراز ہیں: ''ایمان، اسلام، تقویٰ اور احسان ___ یہ چاروں مراتب یکے بعد دیگرے اس فطری ترتیب پر واقع ہیں کہ ہر بعد کا مرتبہ پہلے مرتبے سے پیدا اور لازماً اسی پر قائم ہوتا ہے۔ احسان دراصل اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کے دین کے ساتھ اس قلبی لگاؤ، اس گہری محبت، اس سچی وفاداری اور فدویت و جاں نثاری کا نام ہے جو مسلمان کو فنا فی الاسلام کر دے۔ تقویٰ کا اساسی تصور خدا کا خوف ہے جو انسان کو اس کی ناراضی سے بچنے پر آمادہ کرے، اور احسان کا اساسی تصور خدا کی محبت ہے جو آدمی کو اس کی

خوشنودی حاصل کرنے پر اُبھارے''۔(تحریکِ اسلامی کی اخلاقی بنیادیں)

احسان: مالک سے وفاداری

اگر احسان فرماں برداری کی انتہا ہے تو یہ ہر نیک کام میں ہونا چاہیے۔لیکن احسان کے ایک مفہوم کے مطابق ان سب کاموں میں سے چوٹی کا کام اللہ کا کلمہ بلند کرنے کا کام ہے اور اس کو خصوصاً احسان کہا گیا ہے۔مندرجہ ذیل اقتباسات اس کی وضاحت کرتے ہیں:

''ان دونوں چیزوں کے فرق کو ایک مثال سے یوں سمجھیے کہ حکومت کے ملازموں میں سے ایک تو وہ لوگ ہیں جو نہایت فرض شناسی وتن دہی سے وہ تمام خدمات ٹھیک ٹھیک بجا لاتے ہیں جو ان کے سپرد کی گئی ہوں۔تمام ضابطوں اور قاعدوں کی پوری پوری پابندی کرتے ہیں اور کوئی کام ایسا نہیں کرتے جو حکومت کے لیے قابلِ اعتراض ہو۔دوسرا طبقہ ان مخلص وفاداروں اور جان نثاروں کا ہوتا ہے جو دل و جان سے حکومت کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔صرف وہی خدمات انجام نہیں دیتے جو ان کے سپرد کی گئی ہوں، بلکہ ان کے دل کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ سلطنت کے مفاد کو زیادہ سے زیادہ کس طرح ترقی دی جائے۔اس دھن میں وہ فرض اور مطالبہ سے زائد کام کرتے ہیں۔ سلطنت پر کوئی آنچ آئے تو وہ جان و مال اور اولاد سب کچھ قربان کرنے کے لیے آمادہ ہوجاتے ہیں۔قانون کی کہیں خلاف ورزی ہو تو ان کے دل کو چوٹ لگتی ہے۔کہیں بغاوت کے آثار پائے جائیں تو وہ بے چین ہوجاتے ہیں اور اسے فرو کرنے میں جان لڑا دیتے ہیں۔جان بوجھ کر خود سلطنت کو نقصان پہنچانا تو درکنار اس کے مفاد کو کسی طرح نقصان پہنچتے دیکھنا بھی ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتا ہے اور اس خرابی کے رفع کرنے میں وہ اپنی حد تک کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دنیا میں بس ان کی سلطنت ہی کا بول بالا ہو اور زمین کا کوئی چپہ ایسا باقی نہ رہے جہاں اس کا پھریرا نہ اُڑے۔

''اسلام کی اصل طاقت محسنین کا گروہ ہے۔اصلی کام جو اسلام چاہتا ہے کہ دنیا میں ہو، وہ اسی گروہ سے بن آسکتا ہے۔جو لوگ اپنی آنکھوں سے خدا کے دین کو کفر سے مغلوب دیکھیں، جن کے سامنے حدود اللہ پامال ہی نہیں بلکہ کالعدم کردی جائیں، خدا کا قانون عملاً ہی نہیں بلکہ باضابطہ منسوخ کردیا جائے، خدا کی زمین پر خدا کا نہیں بلکہ اس کے باغیوں کا بول بالا ہو رہا ہو،

نظامِ کفر کے تسلط سے نہ صرف انسانی سوسائٹی میں اخلاقی وتمدنی فساد برپا ہو بلکہ خود اُمتِ مسلمہ بھی نہایت سرعت کے ساتھ اخلاقی وعملی گمراہیوں میں مبتلا ہورہی ہو، اور یہ سب دیکھ کر بھی ان کے دلوں میں نہ کوئی بےچینی پیدا ہو، نہ اس حالت کو بدلنے کے لیے کوئی جذبہ بھڑکے، بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے نفس کو اور عام مسلمانوں کو غیر اسلامی نظام کے غلبے پر اصولاً وعملاً مطمئن کردیں، ان کا شمار آخر محسنین میں کس طرح ہوسکتا ہے؟

''آپ دنیوی ریاستوں اور قوموں میں بھی وفادار اور غیر وفادار کی اتنی تمیز ضرور پائیں گے کہ اگر ملک میں بغاوت ہوجائے یا ملک کے کسی حصّے پر دشمن کا قبضہ ہوجائے تو باغیوں اور دشمنوں کے تسلط کو جو لوگ جائز تسلیم کرلیں یا ان کے تسلط پر راضی ہوجائیں اور ان کے ساتھ مغلوبانہ مصالحت کرلیں، یا ان کی سرپرستی میں کوئی ایسا نظام بنائیں جس میں اصلی اقتدار کی باگیں انھی کے ہاتھ میں رہیں اور کچھ ضمنی حقوق اور اختیارات انھیں بھی مل جائیں، تو ایسے لوگوں کو کوئی ریاست اور کوئی قوم اپنا وفادار ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتی، خواہ وہ قومی عادات واَطوار کے کیسے ہی سخت پابند اور جزئی معاملات میں قومی قانون کے کتنے ہی شدید پیرو ہوں۔

''ان سب ریاستوں اور قوموں کے پاس وفاداری کو جانچنے کا ایک ہی معیار ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص نے دشمن کے تسلط کی مزاحمت کس حد تک کی، اس کو مٹانے کے لیے کیا کام کیا اور اس اقتدار کو واپس لانے کی کیا کوشش کی جس کی وفاداری کا وہ مدعی تھا۔ پھر کیا معاذ اللہ خدا کے متعلق آپ کا یہ گمان ہے کہ وہ اپنے وفاداروں کو پہچاننے کی اتنی تمیز بھی نہیں رکھتا جتنی دنیا کے ان کم عقل انسانوں میں پائی جاتی ہے؟''......(تحریکِ اسلامی کی اخلاقی بنیادیں)

احسان کے اس مفہوم کو ہم ایسے بیان کرسکتے ہیں: اللہ کے دین کے غلبے کے لیے ساری قابلیت اور سارے وسائل صرف کردینا، دل وجان سے اس کی تکمیل کی کوشش کرنا۔ یہ مفہوم درج ذیل آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ؀۶۹

(العنکبوت ۲۹:۶۹) جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکوکاروں ہی کے ساتھ ہے۔

جنھوں نے اللہ کی راہ میں قتال کیا، مصیبتیں اٹھائیں، ان کے متعلق کہا گیا:

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمرٰن ۳:۱۴۸) آخرکار اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثوابِ آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ (محسنین) پسند ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ (آل عمرٰن ۳:۱۷۲) ان لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا اُن میں جو اشخاص نیکوکار (احسان والے) اور پرہیزگار ہیں اُن کے لیے بڑا اجر ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (۲:۱۹۵) اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔

سیاق وسباق کے مطابق اس جگہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مراد اللہ کے دین کو قائم کرنے کی سعی و جہد میں مالی قربانیاں کرنا ہے۔

انبیاؑ جن کی زندگیاں دین کی دعوت اور اس کی خاطر قربانیوں میں گزریں اور جنھیں جھٹلایا گیا، ان کا ذکر محسنین کہہ کر کیا گیا:

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (الانعام ۶:۸۴) پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو راہِ راست دکھائی (وہی راہِ راست جو) اس سے پہلے نوحؑ کو دکھائی تھی۔ اور اُسی کی نسل سے ہم نے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو (ہدایت بخشی)۔ اِس طرح ہم نیکوکاروں (محسنین) کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں۔

ان کے قصوں کے بعد بھی قرآن میں آٹھ مرتبہ کہا گیا کہ ہم محسنین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔